سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کا آستانہ

ازقلم ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف

ازقلم صدر الشریعہ علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ



صراطِ مستقیم پبلیکیشنز

۶ مرکز الاویس دانا دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور

0301-6464561-042-7115771

سرکارِ غوثِ اعظمؒ اور آپ کا آستانہ

از قلم ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

ایصالِ ثوابؒ اور گیارھویں شریف

از قلم صدر الشریعہ علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ



صراط مستقیم پبلیکیشنز
مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور
0301-6464561-042-7115771

نام کتاب	:	سرکار غوث اعظم اور آپ کا آستانہ
ازقلم	:	ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی
نام کتاب	:	ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف
ازقلم	:	صدر الشریعہ علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
تعداد	:	گیارہ سو
سن اشاعت اول	:	دسمبر 2005ء
سن اشاعت دوم	:	اپریل 2007ء
صفحات	:	64
ہدیہ	:	40 روپے
ناشر	:	صراط مستقیم پبلی کیشنز لاہور

ملنے کے پتے

اویسی بک سٹال گوجرانوالہ
مکتبہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں
مکتبہ جمال کرم لاہور
مکتبہ مسلم کتابوی، لاہور
مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور
مکتبہ کرمانوالہ بک شاپ، لاہور
القمر کیسٹ ہاؤس اینڈ سی ڈی سنٹر 055-3732160

بِسمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ

سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
اور آپ کا آستانہ

وہ شمع بارگہِ خاندان مرتضوی
رہے گا مثل حرم جس کا آستانہ مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی گلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ دان مجھ کو
دعا یہ کر کہ خداوند آسمان وزمین
کرے پھر اس کی زیارت سے شاد مان مجھکو

یہ ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء کی بات ہے جب ایران کے شمال مغربی علاقے گیلان کے ایک قصبہ ''نیف'' میں حضرت شیخ موسیٰ بن عبداللہ رحمھما اللہ تعالیٰ کے گھر ایک ایسے طفل ارجمند نے آنکھ کھولی جسے فردالافراد، شہباز لامکانی، بازا شہب پیران پیر، شہباز بغداد، فرد الخم اور غوث اعظم ایسے القاب سے حرز جان بنایا جاتا تھا۔ جس کی محبت وعقیدت کے رابطے نے مشرق کو مغرب سے ملاتا تھا۔

ہاں وہی جن کی عظمت کا سورج آج بھی بغداد شریف کے ''باب الشیخ'' میں نصف النہار پر ہے۔

سرکار غوث اعظم گیلان (ویلم) کے کبار علماء سے استفادہ کے بعد

چھوٹی عمر ہی میں عازم سفر ہوئے۔ طویل اور بامشقت سفر کے بعد ۴۸۸ھ/۱۰۹۵ء کو بغداد شریف میں داخل ہوئے اسی سال ہی امام غزالی نے بغداد کو خیر باد کہا تھا۔ جلد ہی آپ نے حضرت شیخ ابوسعید مخرمی کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ نیز آپ نے ابوالوفا ابن عقیل، ابن الباقلانی اور محمد بن ابی یعلی ایسے کبار علماء سے بھی بھرپور استفادہ کیا اور علوم قرآن، فقہ، تصوف اور حدیث میں کمال حاصل کرلیا۔ ۵۱۲ھ میں آپ اپنے استاد قاضی ابوسعید مخرمی کے مدرسہ میں تدریس وارشاد کیلئے مسند نشین ہوئے۔ آپ کی مقبولیت کے لشکر ہر سمت پیش قدمی کرتے گئے اور قلوب الناس کی محرابیں آپ کی طرف جھکتی گئیں۔ بیرونی طلباء کی کثرت کی وجہ سے مدرسہ جلد ہی چھلک پڑا تو مدرسہ کی توسیع کا کام عمل میں لایا گیا۔

آپ کا طریقہ تدریس کچھ یوں تھا کہ روزانہ پہلے تفسیر کا درس پھر حدیث شریف کا پھر فقہ اور خلافیات کا پھر قرأت سبع اور دیگر علوم کا درس ہوتا تھا۔ اسی طرح بلاناغہ تیرہ علوم کا درس دیا کرتے۔

فقاہت:

دنیائے تصوف کے یہ امام فقاہت میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے قسم کھالی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا جو اس وقت دنیا میں کوئی بھی نہ کر رہا ہو۔ اگر وہ اس قسم کو پورا نہ کرسکا تو اس کی بیوی و تین طلاقیں۔ یہ سوال بغداد شریف کے علمی حلقوں میں

بڑی شدت سے گردش کرنے لگا۔ تدقیق و تحقیق کی مشینری حرکت میں آگئی لیکن اس شخص کو یہی جواب ملتا کہ اس کی بیوی کے طلاق ثلثہ سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لئے کہ کسی بھی عبادت کے بارے میں بالیقین یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کرہ ارض پر معین وقت میں دوسرا کوئی انسان یہ عبادت نہیں کر رہا۔

آخر میں یہ سوال حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فوراً یہ ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو حرم مکہ میں پہنچایا جائے اور اس کیلئے مطاف خالی کردیا جائے۔ پھر وہ طواف کرے تو اس کی ایسی عبادت ہوگی جو اس وقت دنیا میں کوئی دوسرا انسان یقینی طور پر نہیں کر رہا ہوگا۔

اس بات سے جہاں ہمیں آپ کی فقاہت کا پتہ چلا وہاں دوسرے علماء بغداد کے ساتھ ساتھ آپ کا یہ موقف سامنے آیا کہ تین طلاقیں یک بار واقع ہو جاتی ہیں۔ یہ

بارگاہ قاسم العطایا ﷺ سے نسبت خاص:

آپ نجیب الطرفین تو تھے ہی لیکن جہاں تصوف وسلوک میں آپکو سید عالم نور مجسم ﷺ سے ایک خاص تعلق حاصل تھا۔ آپ مشہور زمانہ قصیدہ غوثیہ میں خود ارشاد فرماتے تھے۔

وکل ولی له قدم وانی
علی قدم النبی بدر الکمال

ہر ولی کیلئے ایک قدم ہے (یعنی وہ کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے) اور میں

سید عالم ﷺ کے مبارک قدم پر ہوں جو آسمان کمال کے بدر کامل ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ولی میرے قدم پر ہے اور میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر۔

اس مقام پر حضرت شیخ نے جہاں اپنے خصوصی تعلق کی وضاحت فرمائی وہاں اپنے محبوب ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ اپنی والہانہ محبت کا بھی اظہار فرما دیا۔ اس لئے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا! **قدمی علی قدم النبی بدر الکمال**...... کہ میرا قدم سرور کائنات ﷺ کے قدم پر ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اسے ایوان نبوت کے تاجور ﷺ کی شان عظیم کے مناسب نہیں سمجھا کہ ان کے قدم پر میرا قدم ہو۔ ان کے آثار پر میں قدم رکھوں بلکہ یوں فرمایا **انی علی قدم النبی** ﷺ **انی** کا اطلاق سر، چہرہ اور دل سمیت پورے پیکر پر ہے۔ گویا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ میں سر تا بقدم اپنے محبوب ﷺ کے قدم پر ہوں اور فدا ہوں۔ جیسا کہ قصیدہ غوثیہ کی بعض شروح میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے چنانچہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ غوثیت میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چوں پائے نبی شد پائے سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت
اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چو پیش شاہ گدا

جب سرور کائنات ﷺ کا قدم مبارک تمہارے سر پہ جلوہ گر ہوا تو اے غوث تمام دنیا و جہاں کا تاج تمہارا قدم ٹھہرا۔ زمانے کے اقطاب تمہارے در کے سامنے ایسے گرے پڑے ہیں کہ جیسے بادشاہ کی چوکھٹ پہ گدا۔

دلوں کا چاک کرے مثل شانہ جس کا اثر:

آپ کے وعظ وارشاد میں بلا کی تاثیر تھی۔ آپ کی محفل پہ جذب و وجد کی برکھا برستی رہتی۔ ہر بات دل میں اترتی چلی جاتی۔ الفاظ کی بجلیاں اُفق قلوب پر روشنی بکھیرتیں اور معانی کا شبنم زمین دل کو نرم بناتا چلا جاتا۔ فصاحت وبلاغت کے سمندر میں مد وجذر رہتا اور ساحل مجلس پر جواہر کے انبار لگ جاتے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟

حضرت شیخ سراج الدین بن حضرت شیخ سراج الدین بن الملقن اللقن طبقات الاولیاء میں ارشاد فرماتے ہیں "قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی قدس سرہ: رایت رسول اللہ ﷺ قبل الظھر فقال لی یا بُنی لم لا تتکلم ؟قلت یاابتاہ انا رجل اعجم کیف اتکلم علی فصحاء بغداد فقال: افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ سبعا وقال: تکلم علی الناس(وادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ) فصلیت الظھر وجلست وحضرنی خلق کثیر فارتج علی فرأیت علیا کرم اللہ تعالیٰ وجھہ قائما بازائی فی المجلس فقال لی: یا بُنی لم لا تتکلم؟قلت یا ابتاہ قد ارتج علی فقال:افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ ستافقلت:لم لا تکملھا سبعا قال ادبامع رسول اللہ علیہ وسلم"

''حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے

ظہر سے قبل رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ نے ارشاد فرمایا اے میرے بیٹے !تم گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا اے ابا جان میں عجمی ہوں فصحا بغداد کے سامنے کیسے بولوں؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا آپ اپنا منہ کھولیے پس میں نے اپنا منہ وا کیا تو آپ نے میرے منہ میں چشمہء رحمت کے سات چھینٹے گرائے یعنی سات بار اپنا لعاب دھن میرے منہ میں گرایا پھر ارشاد فرمایا لوگوں کے سامنے واعظ کرو اور لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے دعوت دو۔ میں نے ظہر ادا کی اور بیٹھ گیا اور میرے پاس مخلوق کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ پس مجھے جنبش آنے لگی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے بالمقابل مجلس میں کھڑے ہیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا بیٹے وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا ابا جان مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی ہے تو آپ نے مجھ سے فرمایا اپنا منہ کھولیے میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ تھوک فرمایا۔ میں نے عرض کیا سات بار مکمل کیوں نہیں فرماتے؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ سید عالم ﷺ کی ذات گرامی کا ادب ملحوظ خاطر ہے۔" (کیونکہ سید عالم ﷺ نے سات بار لعاب فرمایا تھا)

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ سید عالم نور مجسم ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کا یہ واقعہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی خواب کی روائیداد نہیں ہے۔

بلکہ عالم بیداری کی بات ہے کیونکہ مفتی بغداد عظیم مفسر سید محمود آلوسی

نے بھی یہ روایت تفسیر روح المعانی ج ۱۲ میں "عالم بیداری میں سید عالم ﷺ کی زیارت" کے عنوان کے تحت درج کی ہے اور واضح قرائن بھی دال ہیں۔ نیز یہ بھی پیش نظر رہے حضرت غوث کو کپکپی کا طاری ہو جانا ممکن ہے جلالت و رعب سید عالم ﷺ کے پیش نظر تھا۔ یا بتدریج تربیت پیش نظر تھی۔

جب حضرت علی المرتضیٰ اللہ تعالیٰ عنہ مجلس سے غائب ہو گئے تو سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح سامعین کے صحن سماعت کو آبگینوں سے لبریز کیا اس کا مشاہدہ کیجئے آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

ثم تواری عنی فقلت غواص الفکر یغوص فی بحر القلب علی درر المعارف فیستخرجھا الی ساحل الصدر فینادی علیھا سمسار ترجمان اللسان فتشتری بنفائس اثمان حسن الطاعۃ "فی بیوت اذن اللہ ان ترفع"

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے غائب ہو گئے پس میں نے کہا۔ فکر کا غواص دل کے سمندر میں معارف کے موتیوں پر غوطہ زنی کرتا ہے پس وہ ان موتیوں کو سینے کے ساحل کی طرف نکال کے لے آتا ہے۔ پھر انہیں بیچنے کے لئے دلال زبان کا ترجمان آوازیں لگاتا ہے تو ان موتیوں کو حسن طاعت کی گراں قدر قیمت کے عوض بیچ دیا جاتا ہے ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

یہ ہے افکار عالیہ کا گلدستہ، الفاظ و معانی کی کہکشاں، فصاحت و بلاغت

کی پھلجھڑیاں، ندرت بیان کا نکتہ عروج، علم و دانش کا گنجینہ بے بہا اور طریقت و تصوف کا وہ سوز جسے شہنشاہ بغداد نے آغاز ارشاد میں تقسیم کیا جس میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید شگفتیاں اور ترقیاں آتی رہیں۔

معاصر علماء کا اظہار حقیقت:۔

۱۔ ابن سمعانی جو آپ کے معاصر ہیں انہوں نے آپ کے بارے میں کہا کہ آپ ایک نیک فقیہ کثیر الذکر اور دائم الفکر بزرگ تھے۔

۲۔ مشہور مورخ ابن نجار کا کہنا ہے کہ آپ مجتہد اولیاء کرام میں سے تھے۔

۳۔ شیخ منصور بن مبارک واسطی نے آپ کی بارگاہ میں یوں خراج تحسین پیش کیا ''میری آنکھ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حد درجے کا خلیق، وسعت صدری کا حامل، کریم النفس، مہربان دل اور عہد و محبت کا پاسبان ان سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

۴۔ ابن رجب حنبلی کا آپ کے بارے میں کہنا ہے۔

عوام و حکام پر آپ کا رعب طاری تھا۔

عارفانہ کلام:۔

آپ نے عربی نثر کے علاوہ نظم میں کافی کچھ لکھا، آپ کے کئی قصائد مختلف ادوار میں طبع ہوئے۔ اور ان پر متعدد شروح لکھی جا چکی ہیں آپ کے کلام کو حلقہ ہائے ذکر میں بطور تبرک پڑھا جاتا ہے۔ محافل ذکر میں کثرت سے

پڑھے جانے والے کچھ اشعار بطور تبرک ملاحظہ ہوں۔

۱۔ **انا من رجال لا یخاف جلیسھم**

ریب الزمان ولا یری ما یرھب

میں ان لوگوں سے ہوں جن کی صحبت میں بیٹھنے والا حوادثات زمانہ سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی اس کا سامنا کسی ایسی چیز سے ہوتا ہے جو اسے ہراساں کر سکے۔

۲۔ **انا بلبل الاتراح املاد وحھا**

طربا وفی العلیا باز اشھب

میں غم و اندوہ کے لیے بلبل ہوں، غم کے پھیلے ہوئے درخت کو فرحت و انبساط کا گہوارہ بناتا ہوں اور میں بلند پروازی میں باز اشھب ہوں۔

آپ کے اشعار معرفت و سلوک کے لیے روشن مینار ہیں، آپ واقعی طور پر ان عظیم نفوس سے ہیں۔ جن کے قرب سے غم و کرب دور ہو جاتے ہیں۔ سید عالم ﷺ نے ایسے حضرات ہی کے بارے میں فرمایا تھا **ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم.** کہ یہ ایسا گروہ ہے جن کا ہمنشیں شقی نہیں ہو سکتا۔

آپ کا قصیدہ غوثیہ (خمریہ) معارف کے نکتہ عروج کا ترجمان ہے۔ اصحاب سلوک اس کا وظیفہ بطور نصاب کرتے ہیں۔ اس قصیدہ کے خواص میں دوسرے متعدد دینی اور دنیوی فوائد کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اسے دوام سے پڑھنے سے قوت حافظہ تیز ہو جاتی ہے۔ آپ کا ہر شعر کس مقام کا حامل ہے اس بارے میں حضرت شیخ نور الزمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مدفعون کوٹ چاندنہ شریف

میانوالی) نے مسخزن الاسرار الالھیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ میں لکھا ہے۔

''اس فقیر محرر سطور ھذا نے شیخ سید فخر الزمان آفندی سے اس طرح سنا ہے کہ فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی نے حضرت ممدو(سرکار غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ) کے ایک شعر کے وزن پر شبہ کیا تو اس کے تمام علوم مسلوب ہوئے تو ایک مجذوب لاہوری کے پاس سے گزرے، اس نے کہا کہ محبوب کا اندازہ ہوا ہے تو فاضل مذکور مجذوب ممدوح کے قدموں پر گر گر گڑ گڑا کے روئے۔ مجذوب نے فرمایا کہ میر جمال گجراتی کے پاس جاؤ۔ چنانچہ فاضل سیالکوٹی حضرت میر جمال رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار حال خود ہوئے تو میر جمال علیہ الرحمتہ نے آپ کے حال زار پر رحم فرما کے حکم دیا کہ آج رات میرے پاس رہو تو فاضل مذکور کی شب باشی پر انہوں نے دس دانہ پختہ شلجم زیر چارپائی رکھے اور فاضل مذکور کو اس پر مطلع کر کے سلا دیا۔ چارپائی کھٹملوں اور گدڑی جو فاضل مذکور کو اوڑھنے کو دی گئی جوؤں سے بھری تھی۔ سونے والوں کو ایسے حال میں نیند کس طرح آتی۔ رات کو ان دونوں کے کاٹنے کی بے چینی کی وجہ سے اور بھوک کے سبب سے جب شلغموں کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک دانہ منہ میں ڈالا تو ایک علم منکشف ہوا۔ پھر اسی صورت کی بھوک سے دوسرا دانہ منہ میں ڈالا تو دوسرا علم کھلا، اسی طرح تمام علوم یاد ہو کر معلومات میں پہلے سے زیادہ ترقی ہوئی اور سابقہ فاسدہ خیالات سے تائب ہوئے حتی کہ جتنی انکی تصانیف میں سے (الفتح الربانی

والفیض الرحمانی) بڑی مشہور کتاب ہے۔ ''الغنیۃ لطالبی طریق الحق'' بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔ بعض علماء نے اس نسبت کا انکار بھی کیا ہے۔ بندہ نے قیام بغداد شریف کے دوران خصوصی مخطوطات کی فہرست سے حضور غوث پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ایک کتاب کا مخطوط مفتی صبری نوری چیف لائبریرین کی وساطت سے دیکھا۔ مسائل فقہ میں اس کا انداز غنیۃ سے مختلف تھا اور فقہ حنفی کا رنگ اس پہ غالب تھا۔

شریعت وطریقت کا سنگھم:۔

آپ نے ہمیشہ علوم باطنی کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری کا بھی اہتمام کیا اور طریقت کے ساتھ ساتھ شریعت کے بھی پاسبان رہے قصیدہ غوثیہ میں آپ نے حصول تعلیم کی اہمیت اور اپنے طریق سلوک کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

درست العلم حتیٰ صرف قطبا
ونلت السعد من مولی الموالی

''میں علم پڑھتے قطب ہو گیا۔ اور میں نے خداوند تعالیٰ کی مدد سے سعادت کو پالیا۔ آپ آخری وقت علم دینیہ کی تدریس سے دست کش نہ ہوئے۔ فتویٰ نویسی اور دیگر ایسے امور میں تادم آخر مشغول رہے۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہو سنا کے نہ داند جام وسندان باختن

''ایک ہتھیلی میں شریعت کا جام اور دوسری ہتھیلی میں عشق کا آئرن ہر ہوسناک جام اور آئرن سے دونوں بیک وقت کھیلنا نہیں جانتا۔

وصال:۔

۵۶۱ھ/۱۱۶۱ء ۱۰ ربیع الثانی ہفتے کی رات ۹۰ سال کی عمر میں آپ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بغداد شریف کے مشہور مورخ ابن نجار نے رات کے وقت آپ کی تجہیز و تکفین کی اور اسی رات آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوھاب نے آپ کے مریدین متبعین اور اصحاب کے ایک بہت بڑے اجتماع کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے بعد آپ کے مدرسہ گیلری میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا، لوگوں کا ہجوم مدرسہ کے دروازہ پر بڑھتا گیا۔ مگر جب کھولا گیا تب سورج طلوع ہو کر کافی بلند ہو چکا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو چکے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی لوگ زیارت قبر اور فاتحہ خوانی کیلئے دیوانہ وار آگے بڑھے۔ آپ کی وفات کا دن اہل بغداد کیلئے قیامت صغریٰ کا دن تھا اس لیے کہ لوگوں کے دلوں میں آپ ایسی بلند پایہ شخصیت کی بہت محبت تھی اور آپ کی سورج کی طرح روشن کرامات ان کے سامنے تھیں۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد کئی صدیاں بیت گئی ہیں مگر کروڑوں مسلمان آپ کے رشتہ محبت سے منسلک ہیں۔

مزار مقدس کا محل وقوع:۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
جس خاک میں پوشیدہ ہے یہ صاحب اسرار

یہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ کو اپنے مدرسہ میں ہی سپرد خاک کی گیا۔ یہ محلہ جہاں آپ آرام فرما ہیں قدیم زمانے میں شہر کی فصیل کے قریب واقع تھا۔ اس کا پرانا نام ''باب الازج'' تھا اور بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق ''باب الحلبہ'' تھا۔ آج حضرت کے اس میں آرام فرما ہونے کی وجہ سے اسے ''باب الشیخ'' کہا جاتا ہے۔ یہ محلہ بغداد شریف کی مشرقی جانب اور دجلہ کی جانب رصافہ میں واقع ہے دریائے دجلہ شہر کے وسط سے گزرتا ہے ایک جانب کو کرخ جبکہ دوسری کو رصافہ کہا جاتا ہے جانب کرخ سے رصافہ آتے ہوئے دجلہ کا پل (جسر سنک) عبور کرتے ہی سامنے آپ کا مزار پر انوار نظر آتا ہے شارع جمہوریہ سے ذیلی سڑک جو آپ کے مزار کیطرف جاتی ہے وہ شارع عبدالرحمٰن النقیب کے نام سے موسوم ہے جو آپ کی اولاد سے تھے اور عراق کے وزیر اعظم رہے۔

الحضرۃ الکیلانیہ اور جامع الشیخ عبدالقادر الگیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ ایسا نام ہے جو اب تک دل و دماغ پے چھایا ہوا ہے بندہ نے یہاں بغداد شریف میں تعلیمی قیام کے دوران (۱۹۹۳/۱۹۹۴ء) زندگی کے کئی شب و روز گزارے ہیں بلکہ صدام یونیورسٹی کے ہاسٹل میں بہت کم قیام کیا۔ اور اکثر

اوقات اسی دربار عالیہ کی فضاؤں میں گزارے اس پہ مستزاد یہ کہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خصوصی نظر عنایت سے بعض احباب کی مہربانی سے دربار عالیہ کے احاطے کے اندر ایک حجرہ مبارکہ بھی رہائش کیلئے مل گیا۔

جو میرے لیے خلوت کدہ بھی تھا اور انجمن آراء بھی۔ نیز بندہ کو دربار شریف کے احاطہ میں رمضان المبارک میں تراویح قرآن مجید ختم کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا یہ عجیب اتفاق تھا کہ میرا گیارھواں مصلیٰ گیارہویں والے پیر کی بارگاہ میں سنانا بارگاہ ایزدی میں منظور تھا۔ احضرۃ القادریہ کے بارے میں مفصل تذکرہ میرے سفرنامہ عراق ''کارواں [illegible]'' میں موجود ہے۔ یہاں قارئین کے سامنے دربار غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعمیری نکتہ نظر سے حال بیان کرنا مقصود ہے تا کہ قارئین اس مہبطِ انوار کے درو دیوار کا تصور آسانی سے کر سکیں۔

دربار غوثیہ فن تعمیر کے لحاظ سے عجیب وغریب اسلامی فن تعمیر کا شاہکار ہے مزار شریف کا موجودہ گنبد اور جامع مسجد عثمانی بادشاہ سلیمان قانونی نے تعمیر کروائے تھے خانقاہ کا احاطہ قلعہ نما ہے ایک طرف جامع مسجد اور اس کے اندر حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار ہے تین اطراف میں دو منزلہ عمارت ہے مسجد کے تین ہال میں ایک مرکزی ہال جس کے اوپر متوسط بلندی کا گنبد بنا ہوا ہے نمازِ فجر کے علاوہ باقی چاروں نماز کی جماعت اور جمعہ کی جماعت اسی بڑے ہال میں ہوتی ہے اگرچہ اور محراب بھی ہیں۔ اس ہال میں ہزاروں نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں اس ہال میں اوپر چھوٹی چھوٹی گیلریاں بھی

بنی ہوئی ہیں جمعہ کے دن وہاں بھی لوگ نماز ادا کرتے ہیں منبر کے بالکل سامنے قبلہ کی جانب مخالف میں ایک گیلری خصوصی طور پر موذن کے لیے ہے جو وہاں جمعہ کی اذان پڑھتا ہے اور اسی جگہ پہ پہلی اذان کے بعد تلاوت اور نعتیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ باقی اذانیں گھڑی والے مینار کے قریب مسجد کے کونے میں موجود حجرے میں دی جاتی ہیں۔ مؤذن کا لاؤڈ اسپیکر اسی جگہ فٹ ہے، بڑے ہال کے دائیں بائیں دو وسیع ہال ہیں۔ ایک میں نماز فجر کی جماعت ہوتی ہے اور نماز جمعہ کے بعد حلقہ ہائے ذکر منعقد کیے جاتے ہیں۔ یہ بڑے ہال کے دائیں طرف ہے اور ان کے درمیان میں چند دروازے بھی ہیں دوسرا ہال جو بڑے ہال سے بائیں طرف ہے اس کے سنٹرل ہال کے درمیان عمارت کا ایک حصہ جو دو بڑے کمروں اور ایک چھوٹے سے کمرے پر مشتمل ہے چھوٹا کمرہ جانب قبلہ میں ہے اور اس کے ساتھ متصل لمبائی میں مزید دو کمرے ہیں۔ ان تینوں کمروں کے درمیانی کمرہ میں قندیل نورانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آرام فرما ہیں، سائیڈوں کے دونوں چھوٹے ہال اور برآمدہ آپس میں ملے ہوئے ہیں درمیان میں کوئی دیوار نہیں ہے صرف عارضی رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔ مزار شریف بڑے ہال اور برآمدے کے درمیان دیواریں ہیں اور برآمدہ بھی کافی وسیع ہے برآمدہ بھی کھلا نہیں ہے بلکہ اس کے تین مرکزی دروازے ہیں باقی محرابیں گرلوں اور شیشوں سے بند ہیں۔

دربار شریف پر حاضری مقصود ہو تو برآمدے کو عبور کر کے ایک کمرے

میں داخل ہونا ہوتا ہے اس کمرے سے گزر کر اگلے کمرے میں مزار مبارک ہے مزار مبارک سے آگے پھر ایک چھوٹا سا کمرہ جانب قبلہ میں ہے جس میں بھاری بھر کم ائیر کولر نصب ہیں۔ جو گرمیوں میں زائرین کے لئے موسم بہت خوشگوار بناتے ہیں۔ دربار شریف اور بڑے ہال کے درمیان گیلری کے نیچے ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جو دیوار کے عرض کے خلا اور گیلری کی وسعت پر مشتمل ہے۔ دربار شریف سے اس کی طرف گیٹ کھلتا ہے اور بڑے ہال کیطرف موٹی سے جالی لگی ہوئی ہے۔ سجادگان دربار عالیہ، وزراء، اہم حکومتی افراد اور غیر ملکی اہم مہمان اس جگہ نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ اس جالی سے انہیں خطیب صاحب نظر آتے ہیں مگر بڑے ہال سے اس کمرے میں موجود افراد واضح نظر نہیں آتے، دربار شریف کا جو دروازہ اس چھوٹے خصوصی مصلّٰی کی طرف کھلتا ہے اس کے اوپر ایک نہایت مضبوط الماری دیوار کے اندر ہی بنائی گئی ہے جس میں موئے مبارک محفوظ ہے بلکہ چار موہائے مبارک ہیں۔ ان کی زیارت ۲۸ رمضان المبارک کو نماز تراویح کے بعد وزارت اوقاف کی نگرانی میں کروائی جاتی ہے فقیر نے ایک ہی رات میں ۷ بار زیارت کی۔ اس گیٹ کے بالمقابل ایک گیٹ ہے زائرین برآمدے اور پہلے کمرے سے ہوتے ہوئے مزار شریف میں داخل ہوتے ہیں اور فاتحہ خوانی کے بعد اس گیٹ سے نکلتے ہیں جو کہ چھوٹے ہال کی طرف کھلتا ہے، مزار شریف والے کمرے کے باہر دروازے کے اوپر خوبصورت سلیبوں پر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب لکھا گیا ہے اور مسجد کے بیرونی منظر پر ایک نیلی

پٹی پر سفید رنگ میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ مزار مقدس والے کمرے کے اوپر نہایت عالیشان گنبد ہے جو مسجد کے گنبد سے کافی بلند ہے مسجد کا گنبد سفید اور دربا عالیہ کا گنبد نیلے رنگ میں ہے۔ جس میں پیلے اور مدھم لاجوردی رنگ کے نقوش بھی شامل ہیں۔

مزار شریف کی چھت کے سنٹر میں نہایت قیمتی اور بہت بڑی قندیل ہے اور ارد گرد چار کونوں میں علیحدہ قندیلیں ہیں۔ مزار عالیہ بقعہ انوار ہے، چھت اور دیواروں پر شیشے سے چترا کاری کی گئی ہے۔ مسجد کے سنٹرل ہال میں ایک بہت بڑا فانوس آویزاں ہے جس نے تقریباً تمام گنبد کو بھرا ہوا ہے۔ نیز تمام ہالوں اور برآمدے میں بھی بہت سے فانوس آویزاں ہیں۔

پاکستانی مسلمانوں کا نذرانہ عقیدت:۔

دربار عالیہ میں قبر انور کے ارد گرد ایک کمرہ نما سٹیل کی جالی نصب ہے جو بہت ہی خوبصورت ہے یہ جالی پاکستانی مسلمانوں کی طرف سے بطور نذرانہ ۱۹۸۸ء میں پیش کی گئی پائنتی کی طرف خوبصورت سے دروازے پر لکھا ہوا ہے (ھدیۃ من مسلمی الباکستان ۱۹۸۸ء) قبر انور پر چادر چڑھانے کے لیے وزارت اوقاف کے خصوصی اہلکار آتے ہیں۔ ویسے دربار شریف کے تین کلید بردار ہیں۔ جن میں سے بابا فقیر محمد صاحب جو ایک پٹھان ہیں خاصے با اختیار ہیں یہ اردو پشتو اور عربی عامی لہجے میں) یکساں بول سکتے ہیں۔

بغداد شریف میں قادریہ لائبریری میں دربار عالیہ کی تاریخی چادر پوشی

سے متعلق ایک رسالہ کے اندر فقیر نے یہ عبادت بھی دیکھی جو ۸ اپریل ۱۹۵۵ء کو پاکستانی وفد کی حاضری اور چادر چڑھانے سے متعلق تھی۔

"کان حاکم باکستان فخامة غلام محمد ارسل وفد امن علماء باکستان بریاسة مولانا عبدالحامد البدایونی الی مصر وعند رجوعه مر ببغداد حاملامعه ستار مزخرفامن الهریر فوضعه علی مرقد الشیخ عبدالقادر الکیلانی رحمة الله تعالیٰ علیه"

پاکستانی حکمران محترم غلام محمد نے پاکستانی علماء کا ایک وفد مولانا عبدالحامد بدایونی کی قیادت میں مصر بھیجا واپسی پر یہ وفد بغداد شریف حاضر ہوا ان کے ساتھ ریشم کی نقش ونگار والی ایک چادر تھی جو انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار پر چڑھائی۔

پاکستانی مسلمان کثرت سے اس آستانہ عالیہ پر پہنچتے ہیں اور گلہائے عقیدت نچھاور کرتے ہیں۔

حاضری کے اوقات:۔

عراق کے مخصوص حالات کے پیش نظر دربار شریف ہمہ وقت کھلا نہیں رہتا۔ مزار مقدس کا دروازہ نماز عشاء کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد بند ہو جاتا ہے اور پھر صبح تقریباً آٹھ بجے کے قریب کھلتا ہے جبکہ احاطہ دربار شریف کے دروازے نماز فجر کی ادائیگی کے لیے کھولے جاتے ہیں اور مسجد کا صرف ایک حصہ کھولا جاتا ہے۔ پھر دوپہر کے وقت مزار مقدس کا دروازہ بند ہو جاتا ہے پھر نماز ظہر کے بعد

کھلتا ہے اور عشاء کے بعد تک کھلا رہتا ہے، رات کو عشاء کے بعد جب مزار مقدس کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ تو احاطہ دربار شریف کے دونوں گیٹ بھی بند ہو جاتے ہیں سرکاری عملہ کے افراد اور خصوصی اجازت کے حامل افراد ہی اندر رہ سکتے ہیں باقی سب کو احاطہ دربار شریف سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔

احاطہ دربار شریف میں تین طرف دو منزلہ عمارت کا ایک طویل سلسلہ ہے جس میں بہت سے حجرے ہیں اور آگے برآمدہ ہے یہ حجرے علوم اسلامیہ کے طلباء اور دربار عالیہ کے زائرین کے لئے بنائے گئے تھے، درگاہ میں مسجد اور مزار شریف کی عمارت کے سامنے احاطہ کے اندر ہی تھوڑا سا راستہ چھوڑ کر مصلّٰی بنایا گیا ہے۔ یہ ایک لمبا چوڑا چبوترہ ہے جس کے اردگرد جنگلا لگا ہوا ہے یہ سردیوں میں دن کے وقت اور گرمیوں میں رات کے وقت نماز پڑھنے کے لیے اچھی جگہ ہے۔ مگر اب یہاں جمعہ کے علاوہ کوئی نماز ادا نہیں کی جاتی۔

دربار عالیہ کے تاریخی مینار:۔

دور دراز سے نظر آنے والے یہ خوبصورت مینار دربار عالیہ کی عمارتی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہے ہیں ان میں سے ایک مینار نسبتاً جدید ہے جو کہ ۱۲۹۷ھ میں بنایا گیا جبکہ دوسرے کی تاریخی حیثیت بڑی عمیق ہے مورخین کی رائے کے مطابق اس کی تاریخ دور عباسی کے عہد آخیر تک پہنچتی ہے۔ تیسرا مینار گھڑ والا ہے یہ ۱۳۱۷ء میں بنایا گیا تھا بناوٹ کے لحاظ سے یہ نسبتاً سادہ ہے اس مینار کے نچلے حصے میں کبوتر رکھے گئے ہیں۔ محترم سید ابوالقاسم حیدرآبادی گھڑی

کو چابی دینے اور لائٹنگ کی ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ کبوتروں کی دیکھ بھال بھی رکھتے ہیں۔اس گھڑی کو چابی دینا بھی بڑے دل گردے کا کام ہے خصوصاً جب دو تین دن تک چابی کا ناغہ ہو گیا ہو۔بندہ ایک بار قاسم بھائی کے ساتھ اس مینار کے اندر لگی ہوئی سیڑھی کی وساطت سے اس کی چوٹی تک پہنچا۔کافی دیر دور دراز تک پھیلے ہوئے بغداد شریف کا مشاہدہ کیا۔

احاطہء دربار میں موجود دیگر مزارات:۔

مندرجہ ذیل شخصیات کے مزارات بھی اسی مقام پر ہیں۔

۱۔ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادہ سید عبدالجبار گیلانی۔

۲۔ سید علی نقیب الاشراف متوفی ۱۳۲۵ھ

۳۔ سید ساعان بن علی نقیب الاشراف متوفی ۱۳۱۵ھ

۴۔ سید مصطفیٰ گیلانی متوفی ۱۳۰۴ھ

۵۔ سید داؤد ضیاء الدین گیلانی ۱۳۵۴ھ

۶۔ سید عبدالرحمٰن بن علی نقیب الاشراف متوفی ۱۳۴۵ھ

۷۔ سید محمود حسام الدین گیلانی متوفی ۱۳۵۵ھ

۸۔ سید عبداللہ بن علی نقیب الاشراف متوفی ۱۳۴۹ھ

۹۔ سید سعد احمد بن سید علی النقیب متوفی ۱۳۵۷ھ

۱۰۔ سید احمد عاصم بن عبدالرحمٰن نقیب الاشراف متوفی ۱۳۷۲ھ

۱۱۔ سید محمد حامد گیلانی ۱۳۳۹ھ

۱۲۔ سید احمد جمال الدین گیلانی

بارگاہ کی پچھلی طرف بارگاہ سے ملحق ایک چھوٹا سا قبرستان ہے، عہد عباسی میں اس کا شمار باب الازج کے قبرستان سے ہوتا تھا۔اس قبرستان میں بھی متعدد اولیاء کرام، اکابر علماء اور عراقی وزراء کی قبریں ہیں۔

المكتبة القادرية العامه:

درگاہ مقدسہ کی ایک اہم چیز جس کے لئے زائرین آستانہ بوسی کے بعد بے تاب ہوتے ہیں وہ مرکزی قادریہ لائبریری ہے غیر مسلم سیاح بھی اسے دیکھنے کیلئے اور استفادہ کیلئے آتے ہیں۔اس کی بنیاد حضرت قاضی ابوسعید مخرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رکھی تھی اور پھر سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا پھر ارتقاء، تنزل کے مختلف ادوار عبور کرتی ہوئی موجودہ حالت تک پہنچی ہے۔اسے فکر و دانش کا ایک بیش بہا سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔یہ نادر و نایاب کتب اور مخطوطات پر مشتمل ہے۔اس میں دنیا کی تمام مشہور زبانوں میں لکھی گئی پچاس ہزار کتابیں اور نادر مخطوطات ہیں۔مطبوعہ کتابوں اور مخطوطات میں حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گراں قدر تصانیف بھی شامل ہیں نیز آپ کی شخصیت، سیرت و کردار، خدمات و افکار پر مختلف زبانوں میں لکھی گئی کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ڈاکٹر عماد عبدالسلام کی کتاب الاثار الخطیہ فی المکتبۃ القادریہ جو کہ پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے

میں اس لائبریری کے صرف مخطوطات کا تعارف ہے، لائبریری کا عملہ مفتی صبری نوری صاحب کی قیادت میں مصروف کار رہتا ہے۔ لائبریری سوائے جمعۃ المبارک کے روزانہ شام چار بجے کھلتی ہے اور تقریباً سات بجے تک کھلی رہتی ہے۔ موسم کے لحاظ سے اوقات کار میں ردو بدل ہوتا رہتا ہے۔ لائبریری مسجد کے سامنے دوسری منزل پر واقع ہے بندہ کو تقریباً آٹھ نو ماہ تک اس سے استفادہ کا موقع ملا۔ بہت سی نئی راہیں اور نئے آفاق سامنے آئے تفصیلات ''کارواں دیدہ'' میں ہیں۔

مدرسہ قادریہ:۔

آستانہ غوثیہ کی اہم ترین بات مدرسہ قادریہ ہے یہی حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعوت وارشاد کا پلیٹ فارم تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلیاں رونما ہونا فطری امر تھا۔ اسی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی یہودیوں کے دانت کھٹے کر کے بیت المقدس آزاد کروایا تھا۔

بندہ ناچیز کو بھی اس سے شرف التحاق نصیب ہوا اور استاد محترم مفتی عمران بحر العلوم شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی سے سعادت تلمذ حاصل ہوئی جو یہاں ۳۰ سال سے مسلسل علم وحکمت کی خیرات تقسیم کر رہے ہیں۔ شیخ روزانہ دس گیارہ اسباق پڑھاتے ہیں اور مستقل تصنیفی کام میں مشغول رہتے ہیں، عمر ایک صدی کے لگ بھگ ہو چکی ہے اکثر فضلاء عراق اور مشائخ ہی آپکے حلقہ میں داخل ہیں۔

مدرسہ قادریہ کے دیگر طلباء کو ایک اور جگہ منتقل کر دیا گیا ہے اس لیے کہ دربار عالیہ پر جگہ تنگ پڑ گئی تھی۔ جب میں ۱۹۹۴ء کے آواخر میں آیا تو جامعہ قادریہ کی شایان شان عمارت کا (Project) احاطہ دربار کے سامنے بڑی تیزی سے جاری تھا۔ اب تقریباً عمارت مکمل ہو چکی ہوگی۔ یہ سب کچھ وزارت اوقاف کے زیر انتظام ہے شیخ عبدالوہاب طعمہ خطیب دربار غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے نگران ہیں۔

دیوان خانہ:۔

دربار عالیہ کے احاطہ کے باہر متصل دیوان خانہ ہے اس کی عمارت کافی بوسیدہ ہے یہاں مختلف ادوار میں نقیب الاشراف بیٹھتے رہے ہیں اس میں ایک عالیشان مہمان خانہ بھی ہے یہی دربار عالیہ کے اوقاف کا دفتر اور سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اراضی اور باغات (جو سینکڑوں مربع جات پر مشتمل ہیں) کا دفتر اوقاف ہے، موجودہ سجادہ نشین شیخ یوسف عبداللہ صاحب اور انکے نائب شیخ احمد ظفر صاحب اسی دفتر اوقاف میں تشریف رکھتے ہیں اور آفس ٹائم کے بعد چلے جاتے ہیں۔

لائبریری میں مستفید بن بکثرت پہنچتے ہیں۔ ایسے بھی کافی لوگ آتے ہیں جو بیرونی سیاح ہوتے (Cate Logue) کی طرف جانا اس کے نصاب نظر میں شامل نہیں ہوتا، وہ اچٹتی ہوئی ایک نگاہ ان الماریوں پہ ڈالتے ہیں

جن کا سلسلہ کافی لمبا چلا گیا ہے اور گیلریاں بنا کر انہیں چھت تک کھڑا کر دیا گیا ہے ان لوگوں کی زیادہ توجہ کے حامل اور ویسے بھی قابل دید و نادر مصاحف اور مخطوطات ہیں جو بڑے اہتمام سے شوکیسوں میں لگائے گئے ہیں ساتھ ہی ہر ایک کا مختصر تعارف کہ کب لکھا گیا؟ کس نے لکھا؟ اور کس نے بطور ہدیہ اس لائبریری کو پیش کیا رقم ہے۔ یہ نادر چیزیں مختلف امراء سلاطین اور علماء و صلحاء کی طرف سے تحفہ دی گئیں بعض مصاحف سونے کی روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور ہمہ نوع آبگینوں سے مزین ہیں انکے حاشیوں پر اور کونوں میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ بعض مصاحف ضخامت حجم کے لحاظ سے ناظرین کا مورد التفات بنتے ہیں۔ مختلف علوم وفنون میں لکھی گئی کتب کے کچھ مخطوطات بھی نمائش میں رکھے گئے ہیں۔

امام راغب اصفہانی کے ”مفردات القرآن“ کا نسخہ تو دیکھنے والوں کو ماضی کے خیالات میں غرق کر دیتا ہے، اس کے حروف یوں مٹے مٹے نظر آتے ہیں جیسے اوپر سے پانی پھر گیا ہو۔ اگر توجہ کی جائے تو ٹائٹل پر تعارفی نوٹ میں ایک عبارت لکھی ہوئی ہے۔

”لقد انتشلت هذا الكتاب من نهر دجلة بعد ان اماه التترو ذلك سنة ٦٥٦ھ و انا الفقير اليه تعالىٰ عبدالله بن محمد بن عبدالقادر المكی“.

٦٥٦ھ میں تاتاریوں نے یہ کتاب دجلہ میں پھینک دی تو میں نے وہاں سے اٹھالی۔ (فقیر عبداللہ بن محمد بن عبدالقادر مکی) یہ وہ ہلاکو خان کا دہشت انگیز حملہ تھا جس میں کتب خانوں تک کو معاف نہ کیا گیا اور کتابیں اٹھا اٹھا کر دجلہ میں گرائی گئیں، کہا جاتا ہے کہ کتابوں کی سیاہی سے دجلہ کا پانی سیاہ ہو گیا تھا۔

لنگر خانہ:۔

عراق کے دوسرے تمام تر مزارات سے دربار غوثیہ کی یہ انفرادیت ہے کہ کسی اور درگاہ میں لنگر کا انتظام نہیں ہے یہ صرف آپ ہی کے دربار شریف پر ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ عراق پر اقتصادی پابندیوں کے باوجود لنگر میں روکاوٹ نہیں آئی اور نہ ہی اوقاف نے اسے بوجھ سمجھا ہے زائرین تو وہاں پوری دنیا سے پہنچتے ہیں۔ لیکن پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش کے زائرین کثرت سے جاتے ہیں۔ بعض ایسے عقیدتمند بھی ہوتے ہیں۔ جو سوسو بکریاں دربار شریف کے لنگر میں خرید کر پیش کرتے ہیں دربار شریف کا عمومی لنگر عصر کے قریب اور خصوصی لنگر گیارہ بجے کے قریب تقسیم ہوتا ہے۔ اقتصادی پابندیوں کے شکار عراقی فقراء اس وقت قطار اندر قطار پہنچتے ہیں اور لنگر حاصل کرتے ہیں۔ جسے اغنیاء بھی باعث برکت سمجھ کے کھاتے ہیں۔ لنگر خانہ احاطہ دربار شریف کے زمینی فلور میں ہے۔

کرامتوں کا اظہار اب بھی ہوتا ہے:۔

سرکار غوثیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات کا سلسلہ اب بھی جاری وساری ہے اس سلسلے میں کافی کچھ سنا دیکھا، بغرض اختصار ایک بات نذر قارئین کر رہا ہوں، خلیج کی جنگ کے دوران پاکستانی وہابی شور مچا رہے تھے کہ تمہارے غوث اعظم کدھر گئے بغداد پر آتش و آہن کی بارش برسا کر اسے تہہ وبالا کیا جارہا ہے۔ یہ بات اگرچہ ان کی کم عقلی کی دلیل تھی یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ملحد یہ سوال کردے کہ بیت المقدس تو یہودیوں کافروں کے قبضے میں ہے تمہارا خدا کہاں ہے ؟ معاذ اللہ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کو بھی مہلت دے رکھی ہے

تو اس دور میں بھی حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت کا اظہار ہوا اور ہزاروں ٹن بارود گرائے جانے کے باوجود بغداد مسکراتا نظر آ رہا ہے مجھ سے آستان غوث علیہ الرحمت پر کھڑے ہو کر کہ مدرسہ قادریہ کے استاد شیخ ثائر طہٰ حنفی صاحب نے کہا کہ جنگ کے دوران جب ایک امریکی پائلٹ جو چھتری پر اترا تھا کو پکڑ کر عراقی ٹی۔وی پر اس کا انٹرویو کیا گیا۔ کہ بتاؤ تمہارا جہاز چھوڑ کر نیچے اترنے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا ’’میرا طیارہ اتنی بلندی پر پرواز کر رہا تھا کہ کوئی عراقی میزائل مجھے تلاش کر لینے کی استعداد نہیں رکھتا تھا۔ میں نے اپنا نشان بغداد کے اس حصے کو بنانا چاہا جسے نقشے میں (باب المشرقی، باب الشیخ) سے تعبیر کیا گیا تھا۔ جب میں نے ہدف لیا تو

میرے اعصاب یک دم سکڑ گئے اور کلیجہ منہ کو آنے لگا اس وحشت میں میں نے جہاز چھوڑا اور نیچے کود پڑا۔ یہی وہ باب الشیخ ہے جہاں پیران پیر کا ڈیرہ ہے اور ان کا فیضان اب بھی جاری ہے۔

اہل عراق اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

جس طرح میں نے اس در پاک پر عقیدتوں کی سوغات لے کر آتے ہوئے دنیا کے ہر کونے سے زائرین کو دیکھا اہل عراق کی بھی آپ کی محبت وارفتگی کچھ کم نہ پائی۔ عراق کے اطراف اکناف سے کردی ہوں یا عربی' سب یہاں حاضری کیلئے آتے ہیں۔ بہت سے آفیسر حضرات دفاتر میں حاضری سے پہلے صبح یہیں سلام کرنے آتے ہیں، خود عراقی صدر صدام حسین اور انکا خاندان آپ سے بہت عقیدت کا حامل ہے وزراء حکومت بھی حاضری کا اہتمام کرتے ہیں۔ احاطہ دربار شریف میں حجرے جو مختلف مشائخ کے ناموں پر تقسیم ہیں ذکر وفکر سے آباد رہتے ہیں۔ آپ کی جامع مسجد میلاد النبی ﷺ عرس مقدس' ۲۷ رمضان المبارک اور یوم بدر کے موقع پر سرکاری تقریبات ہوتی ہیں۔ اکثر پروگرام براہ راست عراقی ٹی۔وی پر دکھائے جاتے ہیں خصوصاً نماز عید الفطر کا خطبہ براہ راست عراقی ٹی۔وی پر دربار غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور عید الاضحیٰ کا دربار امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نشر اور ٹیلی کاسٹ کیا جاتا ہے۔

عرس غوث اعظم رضی اللہ عنہ (بڑی گیارہویں)

۱۱ ربیع الثانی کو آپکے آستانہ پر سرکاری سطح پر آپ کے عرس کا اہتمام کیا جاتا ہے عراقی اسے عرس کی بجائے ''مولد الشیخ'' سے تعبیر کرتے ہیں شمالی عراق کے کرد مشائخ عرس سے کئی ہفتے پہلے ہی شرکت کیلئے پہنچ جاتے ہیں دربار عالیہ پر زبردست چراغاں کیا جاتا ہے اور ہر طرف بینر آویزاں کیے جاتے ہیں۔ مرکزی تقریب کے علاوہ مختلف مشائخ کی طرف سے کئی دنوں تک دربار شریف پر اور گھروں میں انفرادی تقریبات جاری رہتی ہیں۔ تقاریب میں آپ کی شخصیت اور افکار وخدمات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ آپ کی بارگاہ میں گلہائے منقبت پیش کیے جاتے ہیں۔ اور آپ کا کلام پڑھا جاتا ہے عرس کی تقریبات میں ایک بہت بڑے بینر پر یہ شعر رقم تھا۔

ایدکنی ضیم وانت ذخیرتی

واظلم فی الدنیا وانت نصیری

کیا ظلم مجھے پالے کا حالانکہ آپ میری جائے پناہ ہیں۔ اور کیا میں دنیا میں ظلم کیا جاؤں گا حالانکہ آپ میرے مددگار ہیں عرس شریف کی تقریبات میں میرے کان ایک مجمع کی طرف متوجہ ہوئے تو بہت سے دیوانے یک آواز یہ پڑھ رہے تھے۔

لاالہ الا اللہ — علی النبی صلی اللہ

نحن القادریہ — کوؤسنا مملیة

من کف عبدالقادر — هو سید الصوفیه

۱۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے سید عالم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔

۲۔ ہم قادری سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں ہمارے جام لبریز ہیں۔

۳۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ سے جو کہ تمام صوفیاء کے سردار ہیں۔

ایک محفل میں ترنم آمیز صداؤں اور وجد کے جلو میں یہ پڑھا جارہا تھا۔

نحن قوم من بغداد

نطلب من اللہ الامداد

عبدالقادر هو الاستاذ

ہمارا تعلق بغداد سے ہے ہم اللہ سے مدد مانگتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے استاذ ہیں۔

اتنے میں کیف وسرور کے سائے میں ایک ٹولی یہ گاتی ہوئی سنائی دی

نحن قوم فی البصره — نطلب من اللہ نصره

عبدالقادر فی الحضرة — بیده القرآن یقرء ہ

ہم بصرہ کی ایک قوم ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد کے طلبگار ہیں شیخ عبدالقادر اپنے دربار میں جلوہ نما ہیں ان کے ہاتھ میں قرآن مجید وہ اسے پڑھ رہے ہیں۔

مرکزی تقریبات کے دوسرے دن پاکستانی طلباء سفارتی عملہ اور زائرین نے جامع مسجد کے سنٹرل ہال میں گیارہویں شریف کی تقریب کا انعقاد کیا۔ اس میں مرکزی کردار سید ابوالقاسم حیدرآبادی خادم آستانہ عالیہ اور حافظ عبدالخالق صاحب کا تھا بندہ ناچیز کو اس اجتماع میں سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پُر انوار کے زیر سایہ آپ کی عظیم شخصیت کو خراج تحسین پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، مختصر یہ ہے کہ آپ کا وہ فرمان زمانے نے سچ کر دکھایا ہے جو دربار عالیہ کے بیرونی مرکزی گیٹوں پر لکھا ہے۔

افلت شموس الاولین وشمسنا   ابد علی افق العلیٰ لا تغرب

پہلوؤں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ افق عروج پر ہے غروب پر نہیں ہوگا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا۔

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

اللہ تعالیٰ آپ کے مزار اقدس پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے (آمین)

☆☆☆☆☆

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

ایصالِ ثواب
اور
گیارھویں شریف

صدر الشریعہ علامہ مولانا
محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام:
شیخ محمد سرور اویسی

تخریج و پروف ریڈنگ: محمد نعیم اللہ خاں قادری
(بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے، اُردو، پنجابی، تاریخ)

پیش لفظ

اہلسنت کے نزدیک ایصالِ ثواب قرآن و احادیث مبارکہ و اقوال فقہاء اور معمولات سلف الصالحین کی روشنی میں جائز ہے۔ کتب فتاویٰ میں اس کا ثبوت مفصل طور پر مذکور ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی وغیرہ میں ہے کہ مسلمان کا اپنی نماز' تلاوت قرآن کریم اور دیگر نفل عبادات کا ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ جن کو ایصالِ ثواب کیا جائے خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ دونوں کیلئے کرسکتے ہیں۔ گیارھویں شریف بھی نیاز و فاتحہ اور ایصالِ ثواب ہی کا نام ہے۔ چونکہ اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ کے موقع پر یہ نیاز کی جاتی ہے اس لئے اس کو گیارھویں کہتے ہیں۔ یہ نیاز پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ مسلمان پابندی سے عرصہ دراز سے اس پر عمل کررہے ہیں۔ اس دَور میں جہاں اور بہت سے فتنے اور فرقے پیدا ہوچکے ہیں ان میں ایک گمراہ فرقہ ایسا بھی ہے جو مسلمانوں کے معاملات' معمولات ومعتقدات کی مخالفت میں مشغول ہے۔ ان میں سے وہ گروہ بھی ہے جو گیارھویں کا انکار کرتے ہیں اور ان کے پاس اس کے انکار کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ محض اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم ہے۔ لہٰذا گیارھویں شریف سے متعلق ان کی جو گمراہ کن باتیں ہیں ان سب کا رد اس رسالے میں مدلّل طور پر بیان کیا گیا ہے اور گیارھویں شریف کی نیاز کا ثبوت موٴثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مصنف و مرتب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی عبدالعزیز حنفی قادری غفرلہٗ

مفتی دارالعلوم امجدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ: از پنجاب مرسلہ جناب میاں دین محمد صاحب خوش آبی۔ ۲۵ ذوالحجہ ۴۸ھ

گیارھویں تاریخ کو حسبِ مقدور کھانا شیرینی دودھ وغیرہ پر فاتحہ دے کر اس کا ثواب حضرت سیّدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی رُوح پرُ فتوح کو بخشنا جس کو گیارھویں کہا جاتا ہے اس کا کرنا کیسا ہے؟ کیا اس تعیّن میں کوئی قباحت ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں اس مسئلہ کو مدلّل و مفصل بیان فرمائیں۔ اعطاکم اللہ اجراً عظیما۔

الجواب: ایصالِ ثواب شرعاً مندوب (یعنی مستحب اور پسندیدہ ہے ۱۲ نعمانی) و محبوب ہے' احادیث وفقہ سے اس کا جواز ثابت ہے اور گیارھویں کی فاتحہ بھی اسی ایصالِ ثواب کی ایک فرد ہے لہٰذا یہ بھی جائز ہے کہ مطلق کے جواز ثابت ہونے کے بعد افراد کا جواز خود ہی ثابت ہے جب (یعنی جب احادیث وفقہ کی روشنی میں مردوں کو ایصالِ ثواب عام طور سے ثابت ہوگیا ہے تو فرداً فرداً اس کی جو بھی جائز و مباح شکلیں ہوں گی وہ بھی ثابت ہوں گی۔ مثلاً فاتحہ گیارھویں بھی ایصالِ ثواب ہی کی ایک شکل وفرد ہے تو یہ بھی یقیناً ثابت ۱۲ نعمانی) تک افراد میں شرعاً قباحت ثابت نہ ہو' ناجائز نہیں کہہ سکتے اور یہاں گیارھویں کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں' نہ قرآن میں اس کی ممانعت' نہ حدیث میں' نہ اس کے متعلق کوئی اجماع' نہ قیاس مجتہد' اور جب ناجائز ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں تو ناجائز کہنا غلط و باطل اور

ایصالِ ثواب کے ثبوت سے اس کا جواز ثابت۔ ایصالِ ثواب کے متعلق چند احادیث یہ ہیں:

حدیث ۱: ابوداؤد جلد ۱، ص ۲۳۶ و نسائی جلد ۲، ص ۱۱۵ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے راوی انہوں نے عرض کی:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَّاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَآءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّ قَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ (مشکوٰۃ باب فَضْلِ الصَّدَقَۃِ دوسری فصل ص ۱۶۹)

ترجمہ: یارسول اللہ سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا تو کون سا صدقہ (اس کیلئے کرنا) بہتر ہے۔

ارشاد فرمایا "پانی کا صدقہ کرنا" (کہ وہاں اس کی کمی تھی) انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہہ دیا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے (یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے)

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہتی ہیں:

اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیَ افْتُلِتَتْ نَفْسُھَا وَ اَظُنُّھَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَھَلْ لَّھَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْھَا قَالَ نَعَمْ۔ (مشکوٰۃ باب مَا یُنْفِقُ الْمَرْاَۃُ مِنْ مَّالِ زَوْجِھَا پہلی فصل ص ۱۷۲، مسلم جلد ثانی، باب وصول الصدقۃ الی المیت جلد ۱، ص ۳۲۴، بخاری جلد ۱، ص ۱۸۶)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی میری ماں دفعتہً مرگئی اور میرا گمان ہے کہ وہ اگر کچھ بولتی تو صدقہ کرتی۔ تو کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب پہنچے گا۔ ارشاد فرمایا "ہاں"

اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "لمعات" میں فرماتے ہیں:

فِی الْحَدِیْثِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ ثَوَابَ الصَّدَقَۃِ یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ وَ کَذَا حُکْمُ الدُّعَآءِ ھٰذَا ھُوَ مَذْھَبُ اَھْلِ الْحَقِّ وَاخْتَلَفُوْا فِی الْعِبَادَاتِ الْبَدَنِیَّۃِ کَالصَّلٰوۃِ وَ تِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ وَ الْمُخْتَارُ نَعَمْ قِیَاسًا عَلَی الدُّعَاءِ۔

اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور دعا کا بھی یہی حکم ہے اور اہل حق کا یہی مذہب ہے اور عبادات بدنیہ مثلاً نماز و تلاوت قرآن میں اختلاف ہے اور مذہب مختار یہ ہے کہ دعا پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

حدیث ۳: ابوداؤد جلد ۲، ص ۴۳، بروایت حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (یعنی وہ اپنے اور ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں) راوی

عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں اور اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے۔ اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے باقی پچاس کو آزاد کرنا چاہا تو کہا پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کرلوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے پچاس آزاد کردیئے اور پچاس باقی ہیں کیا میں آزاد کردوں۔ ارشاد فرمایا ''اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے اسے پہنچتا''۔ (سنن ابوداؤد کتاب الوصایا جلد۲، ص۴۳، مشکوٰۃ ۲۶۶)

لمعات میں حضرت شیخ (مولانا عبدالحق محدّث دہلوی متوفی سن ۱۰۸۲ھ) نے فرمایا:

قَوْلُهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا دَلَّ عَلٰى اَنَّ الصَّدَقَةَ لَاتَنْفَعُ الْكَافِرَ وَلَا تُنْجِيْهِ وَ عَلَى الْمُسْلِمِ يَنْفَعُهُ الْعِبَادَةِ الْمَالِيَّةِ وَالْبَدْنِيَّةِ۔

''یعنی اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو نہ صدقہ نفع دے اور نہ اسے نجات دے اور مسلمان کو عبادت مالی اور بدنی دونوں سے نفع پہنچتا ہے''۔

حدیث۴: مَنْ قَرَاءَ الْاِخْلَاصَ اَحَدَ عَشَرَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرَةِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ۔

(درمختار بحث قرأت، للمیت باب الدفن، مرقات جلد۴، ص۸۱، شرح الصدور ص۱۳۰، التذکرۃ للامام قرطبی جلد۱، ص۹۷)

جس نے گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشا تو مردوں کی تعداد کے برابر میں پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔

اس حدیث کو درمختار باب الجنائز اور فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں نقل کیا۔

حدیث ۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو کیا انہیں یہ پہنچتا ہے؟ ارشاد فرمایا ''بے شک وہ ان کو پہنچتا ہے اور بے شک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسا تم میں سے کسی کے پاس طبق ہدیہ کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے''۔

(عینی شرح بخاری جلد۴، ص۲۴۶، عینی شرح ہدایہ جلد۱، ص۱۶۱۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مُردوں کی طرف سے صدقہ کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔۱۲ان)

اس حدیث کو بھی امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے۔

حدیث ۶: حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے سینگ والے خوبصورت کی قربانی کی اور اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ

(مشکوٰۃ باب فِی الْاُضْحِیَّۃِ دوسری فصل ص۱۲۸)

الٰہی یہ میری طرف سے ہے اور میری اُمت میں اس کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی۔ (رواہ احمد و ابوداؤد و ترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ)

حدیث ۷: حضرت حنش کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے

کی قربانی کرتے دیکھا' میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْہُ (مشکوٰۃ بَابُ فِی الْاُضْحِیَّۃِ دوسری فصل ص ۱۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کروں' اس لئے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (رواہ ابوداؤد، جلد۲، ص۲۹)

ان احادیث سے بخوبی ثابت ہے کہ زندوں کے اعمال صدقہ وغیرہ سے اموات کو نفع پہنچتا ہے اور اپنے اعمال کا ثواب پہنچائے تو پہنچتا ہے۔ اب کتب فقہ کی بعض روایات سُنئے بلکہ ان سے پہلے کتبِ عقائد میں سے ''شرح عقائد نسفی'' کی یہ عبارت دیکھئے:

وَفِیْ دُعَاءِ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَ صَدَقَتِھِمْ عَنْھُمْ نَفْعٌ لَّھُمْ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَۃِ (شرح عقائد ص ۱۵۰)

زندے مُردوں کیلئے دُعا کریں اور صدقہ کریں تو مُردوں کو نفع پہنچتا ہے۔ معتزلہ اس کے مخالف ہے۔ (اہلسنّت و جماعت کے خلاف ایک فرقہ ہے جس کا عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور بھی بہت سے عقائد فاسدہ رکھتا ہے۔ اسی فرقے نے ایصالِ ثواب کا بھی انکار کیا ہے۔ آج یہ فرقہ موجود نہیں مگر اس کے بعض عقائد خارجیوں اور وہابیوں میں پائے جاتے ہیں۔ نعمانی)

شرح عقائد کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کے منکر معتزلہ ہیں۔ اہلسنّت و جماعت کے نزدیک بالاتفاق بلانکیر مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ قائلین بدعت دیکھیں کہ ثواب پہنچنا' پہنچانا اہلسنّت کا مذہب ہے اور اس کا انکار بدعتیوں یعنی معتزلہ کا مذہب ہے۔ ہدایہ میں ہے:

اَلْاَصْلُ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَہٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِہٖ صَلٰوۃً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَۃً اَوْ غَیْرَھَا عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ لِمَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ضَحّٰی بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَحَدُھُمَا عَنْ نَّفْسِہٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ اُمَّتِہٖ مِمَّنْ اَقَرَّ بِوَحْدَانِیَّۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَشَھِدَ لَہٗ بِالْبَلَاغِ۔ (الہدایہ ص ۲۷۶)

اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو دے سکتا ہے۔ روزہ یا نماز یا صدقہ یا کچھ اور۔ اہلسنّت کے نزدیک آپ کی دلیل یہ حدیث ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے دو خوبصورت مینڈھوں کی قربانی کی' ان میں سے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی اُمت کی طرف سے' جنہوں نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اس بات کی شہادت دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنچادیا۔ (مترجم)

فتح القدیر میں ہے:

خَالَفَ فِیْ جَمِیْعِ ذٰلِکَ الْمُعْتَزِلَۃُ مُطْلَقًا

ایصالِ ثواب کے منکر معتزلہ ہیں۔

بحرالرائق میں ہے:

مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰی اَوْ تَصَدَّقَ وَ جَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْيَاءِ جَازَ وَيَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَيْهِمْ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

یعنی اہلسنّت و جماعت کا مذہب ہے کہ جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اس کا ثواب دوسرے کو مُردوں اور زندوں کو پہنچائے تو یہ جائز ہے اور ان کا ثواب پہنچے گا۔ (شامی جلد ۱، ص ۶۶۶)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اَلْاَصْلُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلٰوةً كَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ غَيْرَهَا كَالْحَجِّ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَالْاَذْكَارِ وَ زِيَارَةِ قُبُوْرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالشُّهَدَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ تَكْفِيْنِ الْمَوْتٰى وَ جَمِيْعِ اَنْوَاعِ الْبِرِّ۔

اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے، نماز ہو یا روزہ، صدقہ ہو یا اس کے علاوہ جیسے حج اور قرأتِ قرآن و اذکار اور زیارتِ قبورِ انبیاء و شہداء و اولیاء و صالحین و تکفین اموات اور ہر قسم کے نیکی کے کام

ایصالِ ثواب کا جواز تو دوسری چیز ہے ایصالِ ثواب کرنے میں بنسبت ایصالِ ثواب نہ کرنے کے ثواب زیادہ ہے۔ ایصالِ ثواب نہ کرے تو صرف عمل کا ثواب ملے گا اور ایصالِ ثواب کرنے کی صورت میں تمام مُردوں کے برابر اس کو ثواب ملے، جیسا کہ حدیث نمبر ۱۴ سے مستفاد ہے۔

محیط پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

اَلْاَفْضَلُ لِمَنْ يَّتَصَدَّقُ نَفْلًا اَنْ يَّنْوِیَ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لِاَنَّهَا تَصِلُ اِلَيْهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْءٌ۔

(شامی جلد ۱، ص ۶۶۶)

جو شخص صدقہ نفل کرنا چاہتا ہے اس کیلئے افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیّت کرے کہ ان سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

تو جب اپنا کچھ نقصان نہیں اور دوسروں کا فائدہ ہے تو ظاہر ہے کہ ایسا فائدہ پہنچانا ہر حال میں بہتر ہوگا، اگر ایسے فائدہ پہنچانے سے بھی گریز کرے تو یہ نہایت درجہ کے بخل کی دلیل ہے اور جگہ دینے میں تو اپنے پاس سے کوئی چیز کم ہوتی ہے اور یہاں یہ بھی نہیں۔

بحرالرائق میں ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلٰوةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ قِرَاءَةَ قُرْاٰنٍ اَوْ ذِكْرًا اَوْ طَوَافًا اَوْ حَجًّا اَوْ عُمْرَةً اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ عِنْدَ اَصْحَابِنَا لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے آئمہ کے نزدیک اپنے ہر قسم کے اعمال کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے:

اس کے بعد صاحب بحر (یعنی بحر الرائق جو فقہ کی مشہور و معتمد کتاب ہے اس کے مصنف ۱۲) اس کے ثبوت میں چند آیات و احادیث ذکر کرتے ہیں پھر

بدائع سے نقل کرتے ہیں (یعنی بدائع الصنائع مصنفہ ملک العلماء ابوبکر کاسانی (۵۸۷ھ) کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں (نعمانی)

مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰى اَوْ تَصَدَّقَ وَ جَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْيَاءِ جَازَ وَ يَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَيْهِمْ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

(جس نے روزہ رکھایا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب اپنے علاوہ مُردوں اور زندوں کو بخش دیا تو اس کا ثواب ان تک پہنچے گا' اہلسنّت و جماعت کے نزدیک (مترجم) (ترجمہ از محمد عبدالمبین نعمانی غفرلہ)

اسی طرح تبیین الحقائق (مصنفہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی متوفی سن ۷۴۳ھ) میں فرمایا اور مطلق ایصالِ ثواب سے انکار کو معتزلہ کا مذہب بتایا اور ان کی دلیل ذکر کر کے اس کے متعدد جواب ذکر کئے اور اہلسنّت کے مذہب کو آیات و احادیث سے ثابت کیا' بعض احادیث وہی ہیں جو ہم نے پہلے ذکر کیں اور بعض دوسری حدیثیں بھی ذکر کی ہیں۔ مثلاً:

اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ اَبَرُّهُمَا حَالَ حَيَاتِهِمَا فَكَيْفَ لِيْ بِبِرِّهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا فَقَالَ لَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِكَ وَاَنْ تَصُوْمَ عَنْهُمَا مَعَ صِيَامِكَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ۔

(شرح الصدور ص ۱۲۹، عینی شرح ہدایہ جلد ۱، ص ۱۶۱۱، مسلم جلد اوّل، باب بیان الاسناد من الدین)

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ میرے والدین تھے کہ ان کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرتا تھا' اب ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کس طرح بھلائی کروں۔ ارشاد فرمایا "نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کیلئے نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کیلئے بھی روزہ رکھ"۔

اقول: یہاں ان کیلئے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے یہی معنی ہیں کہ نماز روزہ کا ایصالِ ثواب کیا جائے' نہ یہ کہ ان کی طرف سے نماز پڑھنا۔ اگرچہ عمل غیر سے اس صورت میں بھی نفع پہنچنا ثابت ہوگا مگر مراد معنی اوّل ہیں اس لئے کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

لَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ۔

ایک شخص دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے' نہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

اسی واسطے حدیث میں لھما (لھما یعنی ان دونوں کیلئے' عَنْهُمَا یعنی ان دونوں کی طرف سے' نعمانی) فرمایا عنھما نہیں فرمایا۔

ایک دوسری حدیث میں ذکر کیا:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَاَ سُوْرَةَ يٰسٓ خُفِّفَ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ۔

(شرح الصدور ص ۴۰۴)

جو قبرستان میں جا کر سورہ یٰسین پڑھے تو اس دن مُردوں سے (عذاب میں) تخفیف ہو جاتی ہے۔

اسی طرح امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو فتح القدیر میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا اور مذہب اہلسنّت کو آیات واحادیث سے ثابت کیا۔

بالجملہ یہ مسئلہ بحمدہ تعالیٰ اس قدر واضح اور صاف ہو گیا کہ مخالفین میں جو عمل بالحدیث کے مُدعی ہیں (یعنی غیر مقلدین) اگر اپنے دعویٰ میں کچھ بھی سچے ہوں تو ایصالِ ثواب سے انکار نہ کریں گے۔ یہ تو میں کیسے کہوں کہ حدیث پر عمل کریں اور ایصالِ ثواب کریں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے مگر کم از کم انکار سے تو باز آئیں، یوں ہی وہ لوگ (یعنی دیوبندی مذہب کے ماننے والے، نعمانی) جو اپنے کو حنفی کہتے ہیں اور ایصالِ ثواب سے انکار کرتے ہیں، وہ بھی اس سے باز آئیں کہ علاوہ حدیث کے کُتبِ معتبرہ، مستندہ حنفیہ کی متعدّد عبارتیں پیش کر دی ہیں کہ انکار کی گنجائش باقی نہیں اور غالباً انہیں مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے یہ لوگ اپنی طرف سے کچھ باتیں اضافہ کر کے اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں ورنہ ان کے متقدمین تو سرے سے ایصالِ ثواب سے ہی انکار کرتے تھے اور دلیل وہی پیش کرتے تھے جو معتزلہ پیش کرتے تھے مگر جب اہلسنّت کے دلائل باہرہ کا جواب نہ ہو سکا تو عدم جواز کا دوسرا پہلو نکالا، کبھی کہتے ہیں کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے اور کبھی یہ کہ ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھ کر دعا کرنا، کبھی یہ کہ کھانا سامنے رکھنا، کبھی یہ کہ دن کی تخصیص کرنا، غرض ایسی ہی باتیں پیش کر کے ایصالِ ثواب کو روکنا چاہتے ہیں۔

اقول: قرآن مجید کی قرأت وجہ ممانعت ہو جائے، یہ عجیب بات ہے جب صدقہ اور

قرأت قرآن دونوں چیزوں کا ثواب پہنچ سکتا ہے جیسا کہ کُتبِ معتبرہ فقہ سے ثابت ہے، عبارات پہلے گزر چکیں تو اگر یہ دونوں کام ایک وقت میں کیے جائیں تو ناجوازی کی کیا وجہ ہے، کیا اس وقت قرآن پڑھنا ناجائز ہے؟ یا تصدق ناجائز ہے اور جب دونوں جائز تو ایک ساتھ بھی جائز، یونہی ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا بھی سبب ممانعت نہیں ہو سکتا کہ یہ امر فی نفسہ ثابت ہے۔ حدیث میں دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھانا آیا ہے اور علماء نے اسے آدابِ دُعا سے قرار دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْئَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا

(مشکوٰۃ کِتَابُ الدَّعْوَاتِ دوسری فصل)

جب خدا سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے پیٹ اوپر کر کے سوال کرو، پشت دست کو اوپر کر کے سوال نہ کرو۔

رواہ ابوداؤد عن حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ (اس حدیث کو ابوداؤد نے حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

اور دوسری روایت ابوداؤد کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے:

سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْئَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ۔ (مشکوٰۃ کِتَابُ الدَّعْوَاتِ دوسری فصل)

اللہ سے سوال کرو ہتھیلیوں کے پیٹ سے اور نہ سوال کرو ان کی پشت سے، پھر جب فارغ ہو تو ان سے اپنے چہرے کو مل لو (مترجم)

ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ ۔ (مشکوٰۃ کتاب الدعوات دوسری فصل)

دُعا میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھاتے تو جب تک منہ پر پھیر نہ لیتے، نیچے نہ کرتے۔

ترمذی وابوداؤد وبیہقی کی روایت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا ۔ (مشکوٰۃ کتاب الدعوات دوسری فصل)

بے شک تمہارا رب حیاء وکرم والا ہے، جب کوئی بندہ اس کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے تو خالی واپس کرنے سے حیاء فرماتا ہے۔

بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ (مشکوٰۃ کتاب الدعوات تیسری فصل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اتنا ہاتھ اُٹھاتے (یعنی احیانا) (کبھی کبھی) کہ بغل مبارک کی سپیدی دکھائی دیتی۔

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے راوی:

كَانَ يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ حِذَآءَ مَنْكِبَيْهِ وَيَدْعُوْ ۔
(مشکوٰۃ کتاب الدعوات تیسری فصل)

دعا کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو انگلیوں کو شانوں کے مقابل کر لیتے۔

اور حضرت سائب بن یزید سے راوی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ (مشکوٰۃ کتاب الدعوات تیسری فصل)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تو دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔

ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:

اَلْمَسْئَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ اَوْ نَحْوَهُمَا ۔
(مشکوٰۃ کتاب الدعوات تیسری فصل)

سوال کہتے اس کو ہیں کہ ہاتھوں کو مونڈھے کے مقابل یا ان کے قریب اُٹھائے۔ پس جبکہ دعا میں ہاتھ اُٹھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور اس طرح دُعا کرنے میں اُمیدِ اجابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح دُعا کرنے والے کو خالی ہاتھ پھیرنے سے حیاء فرماتا ہے تو ایصالِ ثواب کے وقت جو دُعا کی جائے گی اسے بھی ہاتھ اُٹھا کر کریں اور یہ کہیں کہ الٰہی اس کا ثواب فلاں وفلاں اور جمیع مومنین و مومنات کو پہنچا دے مگر جو ایصالِ ثواب نہیں کرنا چاہتے وہ شاید اس وجہ سے ہاتھ اُٹھانے کو منع کرتے ہوں گے کہ کہیں دُعا قبول نہ ہو جائے اور ثواب پہنچ جائے کہ

انہیں یہ کب منظور ہے۔ ایسا ہوتا تو ایچ پیچ سے اسے ناجائز کیوں کہتے؟ یونہی کھانا سامنے رکھنا' ممانعت کی وجہ نہیں ہوسکتا کہ اگر یہ کوئی ناجائز امر ہوتا تو کھانے کے وقت سامنے کیوں رکھا جاتا مگر یہ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ داہنے' بائیں یا پیچھے رکھ کر ایصالِ ثواب کرتا ہو اور جو مطلقاً ایصالِ ثواب کرتا ہی نہ ہو تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایصالِ ثواب سے روکنے کا یہ ایک حیلہ ہے اور بلا دلیل شرعی ایسی مہمل باتیں قابل سماعت نہیں' شاید یہ کہا جائے کہ کھانا آگے رکھنا اور اس پر کچھ پڑھنا یہ مجموعہ ناجائز ہے اور ایصالِ ثواب جائز ہے۔ یہ قول ہی صحیح نہیں کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ بخاری و مسلم و دیگر محدثین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل روایت کرتے ہیں جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا کے پاس مع ایک گروہ صحابہ کے جب پہنچے تو فرمایا:

اُمِّ سُلَیم جو تمہارے پاس ہو لاؤ' انہوں نے وہی روٹی (جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے وہ روٹی توڑی گئی۔ اُم سلیم نے کُپّا اس پر نچوڑ دیا جس میں کچھ روغن تھا۔ گویا سالن ہوگیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خدا نے چاہا اس پر پڑھا۔ پھر فرمایا کہ دس شخص کو کھانے کی اجازت دو' ان کو اجازت دی وہ کھا کر آسودہ ہوگئے۔ پھر فرمایا اور دس شخصوں کو اجازت دو' پھر دس کو اجازت دو۔ غرض سب لوگ کھا کر آسودہ ہوگئے اور

کل آدمی ستر یا اسی تھے۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، مشکوٰۃ بابُ فِی الْمُعْجِزَاتِ پہلی فصل، بخاری شریف جلد ۱، ص ۵۰۵، مسلم شریف جلد ۲، ص ۱۷۹)

دوسری حدیث: انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیحین (یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم اور ان دونوں کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں ۱۲ان) وغیرہما میں مروی' حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھجور اور گھی اور پنیر کا ملیدہ بنا کر ایک طشت میں رکھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ میری ماں نے یہ بھیجا ہے اور سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ تھوڑی سی چیز میری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہے' انہوں نے جا کر عرض کردیا۔

ارشاد فرمایا "اسے رکھ دو" پھر فرمایا

انس جاؤ فلاں اور فلاں اور فلاں چند شخصوں کے نام لے کر فرمایا انہیں بلاؤ اور جو تمہیں ملے اسے بلالاؤ' جن کو نامزد فرمایا تھا انہیں اور جو ملا اسے سب کو میں نے دعوت دے دی۔ جب وہ واپس ہوا تو دیکھتا ہوں گھر آدمیوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کتنے آدمی ہوں گے؟ کہا کہ قریب تین سو کے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس ملیدہ پر ہاتھ رکھا اور جو خدا نے چاہا پڑھا' پھر دس دس شخصوں کو کھانے کیلئے بلایا اور فرمایا "اللہ کا نام لو اور اپنے قریب سے کھاؤ' سب کھا کر آسودہ ہوگئے۔ پھر ایک گروہ نکلا اور دوسرا داخل ہوا' یہاں تک

کہ سب نے کھالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا اُٹھاؤ' میں نے اُٹھایا' میں نہیں جانتا کہ جب میں نے رکھا تھا' اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اُٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، مشکوٰۃ بَابٌ فِی الْمُعْجِزَات پہلی فصل)

تیسری حدیث: صحیح مسلم کتاب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

غزوۂ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک لگی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کے پاس جو کچھ بچا ہوا توشہ ہو اسے منگائیے پھر اس پر اللہ سے برکت کی دعا کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"۔ ایک چمڑے کا دسترخوان طلب فرما کر بچھا دیا اور بقیہ توشہ طلب فرمایا تو کوئی ایک مٹھی چنا لاتا ہے اور کوئی ایک مٹھی کھجور لاتا ہے اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لاتا ہے' غرض دسترخوان پر تھوڑی سی چیز جمع ہوگئی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی' پھر فرمایا اپنے برتنوں میں تم لوگ لے لو لوگوں نے اپنے برتنوں میں لے لیا' یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن باقی نہ رہا جسے بھر نہ لیا ہو لوگوں نے آسودہ ہو کر کھایا اور کچھ بچ بھی رہا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' ان دونوں باتوں پر یقین کرتا ہوا جو بندہ خدا سے ملے گا وہ جنت سے روکا نہیں جائے گا۔ (مشکوٰۃ بَابٌ فِی الْمُعْجِزَات پہلی فصل ص ۵۳۸)

تخصیص کو وجہ ممانعت قرار دینے کے معنی اگر یہ ہیں کہ نفس (اس جگہ یعنی

صرف ایصالِ ثواب ہو کسی خاص وقت سے خالی ہو'۱۲) ایصال معرا عن الخصوصیات تو جائز ہے اور خصوصیت نے ناجائز کر دیا' یہ کلام بے معنی ہے اس لئے کہ شے من حیث ہو (یعنی کوئی شے اس حیثیت سے کہ وہ ہر طرح کی خصوصیت سے خالی ہو یہ محض ایک ذہنی مفروضہ ہے جب خارج میں اس کا وجود نمایاں ہوگا تو ضرور کسی خصوصیت سے مختص ہوگا۔۱۲)

معری عن الخصوصیات صرف ایک ذہنی مرتبہ ہے' وہ خارج میں پائی نہیں جا سکتی کہ جو چیز خارج میں موجود ہوگی وہ ضرور مختص (یعنی خاص) ہو کر موجود ہوگی' تو جب وہ مستحق ہی نہیں تو وہ نہ ناجائز ہے' نہ جائز کہ یہ دونوں فعل مکلف کے صفات ہیں اور افعال مکلفین معری عن الخصوصیات متحقق نہیں' لہٰذا خصوصیت کو ناجائز کہنے کے معنی یہی ہیں کہ ایصالِ ثواب کو ہی ناجائز کہا جاتا ہے اور اس کے منع کرنے کا یہ ایک حیلہ ہے اور جب ہم ایصالِ ثواب کو احادیث و کتبِ فقہ سے جائز ثابت کر چکے اور وہ ضرور کسی وقت خاص میں اور کسی مکان خاص میں کسی ہیئۃ خاصہ کے ساتھ ہوگا تو جب تک ان میں کوئی خصوصیت شرعاً ممنوع نہ قرار پائے' تمام خصوصیات کے ساتھ ایصالِ ثواب جائز ہی رہے گا اور ناجائز کہنے والے پر خصوصیت کی ممانعت ثابت کرنی ہوگی اور اگر خصوصیت کو ممنوع کہنے کے یہ معنی ہیں کہ گیارھویں وغیرہ کی فاتحہ دلانے والے اسے گیارھویں ہی تاریخ کو جائز کہتے ہیں اور دیگر اوقات میں ناجائز جانتے ہیں اور جب مطلق ایصالِ ثواب جائز ہے تو اسے ایک تاریخ میں جائز کہنا اور دوسری تاریخوں

میں ناجائز کہنا خلاف شرع ہے کہ اطلاقِ شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا ہے اور یہ ناجائز ہے' تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسی خصوصیت ضرور ممنوع ہے اور ہرگز مسلمانوں کے ایصالِ ثواب کے متعلق ایسے خیالات نہیں ہیں' عام طور پر جہاں تک تجربہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلانے والے اس قسم کی خصوصیت کے قائل نہیں۔ وہ لوگ دوسری تاریخوں میں بھی فاتحہ دلاتے (چنانچہ ماہ ربیع الآخر میں ۱۱ تاریخ کے علاوہ پورے ماہ میں غوث پاک کی فاتحہ ہوتی ہے) ہیں۔ خواہ مخواہ ایک مسلمان کے ساتھ بدظنی کب روا ہے' ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم تو گیارھویں کی فاتحہ اس کو کہتے ہیں جو گیارھویں ہی کے دن ہوتی ہے اور دوسرے دن جو فاتحہ ہوگی وہ گیارھویں کی نہیں مگر اسے ناجائز کہنے والے نے اتنا بھی نہ سمجھا۔

اوّلاً: یہ کہ فاتحہ کی خصوصیت بمعنی مذکور کہاں ہے' یہ تو نام کی خصوصیت ہے کہ جو فاتحہ گیارھویں تاریخ کو ہوتی ہے اسی کو گیارھویں کہتے ہیں' اور یہ بے شک صحیح ہے کیونکہ جو فاتحہ دوسری تاریخوں میں دلائی جائے وہ گیارھویں کی نیاز کیونکر کہی جا سکتی ہے' ہاں اگر دیگر ایام کو بھی گیارھویں تاریخ کہتے تو اس کی فاتحہ کو بھی گیارھویں کی فاتحہ کہتے۔

وَاِذَا لَیْسَ فَلَیْسَ

اور جب یہ نہیں تو وہ نہیں

ثانیاً: (یعنی نام رکھنے میں) اگر یہ اعتراض درست ہو تو اس فاتحہ کے جواز میں کلام

نہ ہوا تسمیہ (یعنی نام رکھنے میں) میں کلام ہوا' جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ فاتحہ جائز ہے اور نام صحیح نہیں۔ تو اب بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہو گیا کہ خاص گیارھویں تاریخ میں فاتحہ دلانا ناجائز ہے جبکہ دوسرے دنوں میں بھی ایصالِ ثواب کو جائز جانتا ہو' یہ جواب بر بنائے تنزل (یعنی نیچے اتر کر کہ اگر مخالف کی یہ بات مان لی جائے کہ عدم جواز کی وجہ یہی ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے) اور نام کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

ثالثاً: (یعنی نیچے اتر کر کہ اگر مخالف کی یہ بات مان لی جائے کہ عدم جواز کی وجہ یہی ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے) بہت سے عوام' حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام پر جو فاتحہ دلائی جاتی ہے اس کو مطلقاً گیارھویں کی فاتحہ کہتے ہیں' گیارھویں کی فاتحہ کہنے سے ان کا مطلب صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ یہ فاتحہ پیران پیر کی ہے' یہ نہیں کہ خاص گیارھویں ہی تاریخ میں دلائی جائے گی' یہاں تک کہ دوسرے تاریخوں میں بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی فاتحہ دلاتے ہیں تو اس کو بھی گیارھویں کی فاتحہ اور گیارھویں کی نیاز بولتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کوئی بھی تخصیص (یعنی ایسا خاص کرنا جو منع ہے) ممنوع کے قائل نہیں اور یہ مانعین (روکنے والے) کا افتراء اور بہتان ہے کہ مسلمان اس میں تخصیص کے قائل ہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ اس قسم کی جتنی تخصیصات ہیں عرفی تخصیصات ہیں' کوئی اسے شرعی تخصیصات بمعنی مذکور نہیں جانتا' لوگوں نے اپنے مصالح اور آسانی کے لحاظ سے ایسی خصوصیات مقرر کر رکھی ہیں اور اس خصوصیت

کے غیر میں بھی جائز جانتے ہیں اور ایسی خصوصیت میں کوئی قباحت نہیں اور اس میں شک نہیں کہ بایں معنی وقت مقرر کرنے میں جو آسانی ہے وہ مبہم میں نہیں کہ وقت کی پابندی میں جس طرح کام انجام پا جاتا ہے' وہ مبہم میں نہیں ہوتا کہ مبہم میں یہ ہوتا ہے کہ آج کریں گے' کل کریں گے' یوں ہی زمانہ گزر جاتا ہے اور کام انجام نہیں پاتا اور معین کرنے میں ہو جایا کرتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے' جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور تمام منظم کام اس طرح بخوبی انجام پاتے ہیں' اس کو تخصیص شرعی قرار دینا خوش فہمی ہے اور اس تخصیص کے جواز میں اصلاً شک نہیں' عام طور پر ہندوستان کی مساجد میں اوقات نماز گھڑیوں سے مقرر ہوتے ہیں کہ اتنے بج کر اتنے منٹ میں فلاں نماز ہوگی' تو کیا اس طرح جماعت کرنا ممنوع ہے۔ اس میں بھی فائدہ ہے کہ تمام وہ لوگ جو جماعت کے پابند ہیں' وقت پر آ جائیں گے اور اگر ایسے اوقات نہ مقرر ہوں تو کبھی جماعت ملے گی' کبھی نہیں' اور اوّل وقت سے ہر نماز کے لئے آ کر جماعت کا انتظار کرنا پڑے گا' اور ظاہر ہے کہ پابندی نہ ہو تو بعض مرتبہ گھنٹوں بیٹھنا پڑے گا' اور کاروباری آدمی اتنا وقت نہیں خرچ کر سکتا پھر جماعت ملنے کا کیا اطمینان ہو' یونہی مدارس میں اوقاتِ درس' اوقات امتحان' ایام تعلیم و ایام تعطیل وغیرہ تمام انتظامی امور منضبط کئے جاتے ہیں' تو کیا ان تخصیصات سے مدرسہ ناجائز اور ان میں پڑھنا بدعت ہے؟

گیارھویں کے ناجائز کہنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے یہاں سے مدارس اُٹھا

دیں اور کہیں کہ نفس تعلیم تو جائز ہے اور یہ تخصیصات کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک مدرسہ ہوگا اور فلاں جماعت میں فلاں فلاں کتابیں ہوں گی' یہ سب بدعت ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ کل تخصیصات موجود نہ تھیں۔ لہٰذا یہ مدرسہ بدعت اور اس میں تعلیم ناجائز۔ بلکہ تعلیم وہ جائز ہے کہ وقت میں معین نہ ہو اور کتاب بھی معین نہ ہو اور کسی قائدہ وضابطہ کے تحت میں نہ ہو۔ کبھی پڑھنے والا صبح کو آ جائے اور کبھی دوپہر کو اور کبھی شام اور کبھی رات کو اور کسی روز صرف کی کتاب اور کسی روز نحو کی کتاب اور کسی روز منطق کی اور کسی روز فقہ کی' اصول کی' حدیث کی' تفسیر کی اور یہ سب بھی کسی سلسلہ اور ترتیب کے ساتھ نہ ہوں ورنہ پھر تخصیص پیدا ہو کر تعلیم ناجائز ہو جائے گی' اسی طرح اپنے دیگر امور خانہ داری اور کام وملاقات وسیر وتفریح اور کھانے سونے وغیرہ کسی کیلئے وقت مقرر کرنا جائز نہ ہوگا۔ ان کا جواز شرع سے مطلق ہے اور تخصیص بدعت ہے' بدعت بدعت پکارنے والے سب سے پہلے اپنے تمام کاموں سے تخصیصات اُٹھا لیں' اس کے بعد گیارھویں کو منع کریں' اپنے لباس ووضع قطع میں اور ہر امر میں خصوصیت کو روا رکھتے ہیں مگر ایصال ثواب میں خصوصیت آئی اور بدعت کا حکم لگا۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایصال ثواب ہی کو منع کرنا چاہتے ہیں۔ یونہی ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بدعت کسے کہتے ہیں اور بدعت کی کتنی قسمیں ہیں اور یہ کون سی بدعت ہے' بدعت کی پانچ قسمیں ہیں اور وہ کبھی واجب بھی ہوتی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قَوْلُهٗ اَیْ صَاحِبِ بِدْعَةٍ اَیْ مُحَرَّمَةٍ وَاِنْ لَّا فَقَدْ تَكُوْنُ وَاجِبَةً كَنَصْبِ الْاَدِلَّةِ لِلرَّدِّ عَلَى الْفِرَقِ الضَّالَّةِ وَ تَعَلُّمِ النَّحْوِ لِفَهْمِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَ مَنْدُوْبَةً كَاِحْدَاثِ نَحْوِ رِبَاطٍ وَ مَدْرَسَةٍ وَ كُلِّ اِحْسَانٍ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ وَ مَكْرُوْهَةً كَزَخْرَفَةِ الْمَسَاجِدِ وَ مُبَاحَةً كَالتَّوَسُّعِ بِلَذِيْذِ الْمَاٰكِلِ وَالْمَشَارِبِ وَالثِّيَابِ كَمَا فِیْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لِلْمَنَاوِیْ عَنْ تَهْذِيْبِ النَّوَوِیْ وَ مِثْلُهٗ فِی الطَّرِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لِلْبَرْكَلِیْ۔

یعنی یہاں بدعت سے مراد بدعت محرمہ ہے ورنہ کبھی بدعت واجب ہوتی ہے جیسا کہ فرق ضالہ (گمراہ فرقوں) کے ردّ کیلئے دلیل قائم کرنا اور اس قدر نحو پڑھنا جس سے قرآن وحدیث سمجھ سکیں اور کبھی بدعت مندوب (مستحب) ہوتی ہے جیسے مسافر خانہ اور مدرسہ بنانا اور ہر نیک کام جو صدر (پہلے زمانے میں یعنی عہد رسالت و عہد صحابہ وتابعین میں) اوّل میں نہ تھا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں کو مزخرف (نقش ونگار سے مزین کرنا) اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیز کھانے اور پینے اور لباس میں فراخی (کشادگی) کرنا۔ ایسے ہی مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ انہوں نے امام نووی کی تہذیب سے نقل کیا اور ایسے ہی برکلی کی طریقہ محمدیہ میں ہے۔

لہٰذا اگر بدعت سے مطلق بدعت مراد ہے جو اقسام (پانچوں قسموں کو) خمسہ کو شامل ہے تو ہمیں معتر نہیں کہ اس کی ایک قسم مندوب بھی ہے اور ایصال

ثواب کو ہم مندوب ہی کہتے ہیں اور اگر مراد بدعت مذمومہ (بری) ہے تو اوّلاً یہ نیک کام ہے کہ مردوں کو ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور ردالمحتار کی عبارت گزر چکی کہ یہ مندوب' لہٰذا مذمومہ کہنا غلطی ہے۔

ثانیاً: بدعت مذمومہ وہ ہے جو مزاحم (مخالف سنت) سنت ہو۔ اس نے کون سی سنت کی مزاحمت کی جبکہ ایصال ثواب احادیث سے ثابت ہے اور خصوصیت عرفی ہے کہ گیارہ تاریخ کے علاوہ بھی حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فاتحہ جائز سمجھی جاتی ہے۔ اس میں کون سے حکم شرع کا ابطال (باطل کرنا) ہوا' جس کی وجہ سے بدعت مذمومہ ہوئی بلکہ ایسی بعض تخصیصات قرن اوّل (عہد رسالت وصحابہ وتابعین) میں بھی پائی جاتی تھیں۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَّاشِيًا وَّ رَاكِبًا فَيُصَلِّیْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ (مشكوٰة باب المساجد ومواضع الصلوٰة پہلی فصل، بخاری شریف جلد۱، ص۱۵۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء کو تشریف لے جاتے' کبھی سوار' کبھی پیدل اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔

ہفتہ ہی کے دن جانا یہ تخصیص ہے مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ دوسرے دن جانا ناجائز۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سر سال پر شہدائے اُحد کے

مزارات پر جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین بھی جاتے، ان امور کا لحاظ کرتے ہوئے گیارھویں تاریخ کو فاتحہ دلانے میں اصلاً کوئی حرج نہیں اور جو تخصیص ممنوع ہے وہ یہاں متحقق نہیں۔

لہٰذا ناجائز بتانا صحیح نہیں البتہ تخصیص ممنوع کے مرتکب یہ منع کرنے والے خود ہی اور تخصیص کا الزام فاتحہ دلانے والوں کے سر ڈالتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخصص (خاص کرنے والے، محمد عبدالمبین نعمانی غفرلہ) کیونکر ہوئے۔ سنئے! تخصیص ممنوع یہ ہے کہ شرع میں حکم مطلق ہو، کسی کے ساتھ مقید نہ ہو، اسے کسی خاص دن میں جائز کہنا، دوسرے دن میں ناجائز کہنا اور جب یہ مانعین کہتے ہیں کہ گیارھویں تاریخ کو ایصال ثواب ناجائز ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ایصال ثواب مطلق کو جو ہر روز جائز تھا، انہوں نے کبھی جائز کہا اور کبھی ناجائز اور یہی تخصیص ممنوع ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ امجدیہ اوّل ص ۳۴۵ تا ص ۳۵۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ،
گھوسی اعظم گڑھ سن ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء)

....

مسئلہ مرسلہ سلیمان شکرانی برادرس مقام ملمی نیاسالینڈ برٹش سنٹرل افریقہ

یہاں پر ہر ماہ مسلمانوں کی گیارھویں شریف پر بطور نذر کھانا پکتا ہے اور نیاز کا ہر دکان پر مقرر چندہ تسلیم کیا گیا ہے اور کھانے میں تمام اہل تجارت ہندی

مسلم جمع ہوتے ہیں اگر اس کھانے کو موقوف کر کے دوسرے ضروری اسلامی کاموں میں لا سکتے ہیں، اس ملک کے اصلی افریقی جو تعلیم سے بالکل ناواقف ہیں اور اس مسلک کے عیسائی بڑے زور و شور سے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہیں۔ اسلام بھی اپنی خوبیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ پھیلتا رہا ہے لیکن ان ہمارے غریب مسلم افریقیوں کی مذہبی تعلیم کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اب ان لوگوں کی تعلیم و تربیت و اشاعت اسلام کیلئے ایک مدرسہ کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے، ایسی صورت میں اس رقم کو مذکورہ کار خیر کیلئے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

زید نے غوث پاک کی نیاز مانی اور کھانا کھلانے کی نیت بھی ہو تو کیا زید بغیر کھانا پکائے قیمت نیاز ادا کر سکتا ہے اور اس کا استعمال تعلیم و اشاعت میں ہو سکتا ہے؟

الجواب: گیارھویں شریف کی نیاز ایصال ثواب کیلئے ہے کہ شیرینی یا کھانے پر سورہ فاتحہ و قل اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر سب کا ثواب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور نذر کرتے ہیں اور یہ نذر کچھ کھانے اور شیرینی کے ساتھ خاص نہیں کہ اس کے سوا ہو نہ سکے بلکہ وہ رقم اگر کسی دوسرے کار خیر میں صرف کی جائے اور اس کا ثواب نذر کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے کہ مذہب اہلسنت میں ہر عمل خیر کا ثواب احیاء و اموات کو پہنچایا جا سکتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی، بلکہ اور زیادتی ہوتی ہے اور جبکہ مدرسہ کی ضرورت ہے اور اس کیلئے سرمایہ فراہم نہیں ہو

سکتا تو رقم مدرسہ میں صرف کی جائے اور اس کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور نذر کریں' یونہی فقراء کے علاج یا مسلمان میت' لاوارث کی تجہیز و تکفین میں صرف کر سکتے ہیں یا تبلیغ و اشاعت اسلام میں اس رقم سے امداد کر سکتے ہیں اور جب یہ کام حضور (غوث پاک) کے ایصالِ ثواب کیلئے کیا تو گیارھویں کا مقصد حاصل ہو گیا اور دیتے وقت درود شریف و فاتحہ و قل وغیرہ پڑھ کر حسب دستور ایصالِ ثواب کر لیں تو زیادہ بہتر اور اس رقم سے جو کارِ خیر کیا جائے اسے حضور کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ مثلاً مدرسہ قادریہ' یا نذر قادری تاکہ لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ یہ شے حضور (غوث پاک) کے ایصالِ ثواب کیلئے ہے اور علاوہ اس رقم کثیر کے جو اس نام سے جمع ہوتی ہے اگر حسب استطاعت دو چار آنے یا کم و بیش کی شیرینی وغیرہ بھی حسب دستور فاتحہ ہو جایا کرے یہ نہایت انسب کہ اس میں وہابیت کی بیخ کنی بھی ہے اور عوام یہ نہ سمجھیں کہ گیارھویں بند ہو گئی اور بڑی رقم امور مذکورہ بالا میں صرف ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد۱، ص۳۲۴)

============

